عدالتی نکاح کی شرعی حیثیت اور معاشرے پر اس کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

The legitimation of Court Merriage and its impacts on society

ڈاکٹر جانس خان[i] شیبار[ii]

Abstract

Human being is the best creation of Almighty Allah. By nature, human being is social. While living in society, he faces different kind of situation. For choosing his life partner, he has its own prefernces. Islam has provided guidance in this aspect of human life. The Prophet of Allah, Muhammad (SAW) has provided guidance for choosing a life partner. The Holy Prophet said: A man marries a women for four reasons, for her wealth, for her beauty, for her family status and for her religeous status, so you should prefer the last one (religeous status). In this case a person can have a better choice, the women can be a sort of success for the man, its family and for herself too, having in eyes this world and hereafter. For choosing a lifepartner, sometimes a person faces a situation that its family do not agree for choosing a specific women. In this case an option lyes for him to have a court marriage.

This paper discusses that what can be the status of this court/civil marriage which a couple chooses. What are the instructions of Islam?

***Key words**:Court Marriage,Sharia,Life Partner*

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، لوئیر دیر

[ii] پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، لوئیر دیر

مل جل کر رہنا انسان کی فطری ضرورت ہے اور اس وجہ سے ہر ایک فرد معاشرے کا حصہ ہوتا ہے اور ایک وسیع تر معاشرے میں اس کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے پورا معاشرہ افراد کے باہمی میل جول اور اشتراک و تعاون پر قائم ہے۔ کوئی فرد بھی معاشرہ میں دوسروں کے مفاد کو یکسر نظرانداز کر کے اپنی من مرضی نہیں کر سکتا[1] مرد اور عورت کا جنسی تعلق در حقیقت انسانی تمدن کے سنگ بنیاد ہے اور کوئی عورت یا مرد اس قانون کے دائرے سے خارج نہیں ہو سکتا جو اس تعلق کو منضبط کرنے کے لئے بنایا گیا ہو---------اگر جوان ہے تو خود اس کو ایک شریک زندگی سے واسطہ پڑے گا[2] چونکہ انسان کی تمدنی زندگی کا آغاز عقد ازدواج سے ہوتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں ان میں ایک صورت اس رشتے کی ہے جس میں متعاقدین اولیاء کے مرضی کے بغیر اپنی مرضی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں لیکن اس طرح کی شادی پر ہمارے معاشرے میں رد عمل افراد و تفریط کا ہوتا ہے زیر تحریر مقالے میں اس طرح کی شادی کی حیثیت اسلام اور پاکستانی قوانین کی روشنی میں واضح کرنا مقصود ہے۔

شادی کے لئے فقہ اسلامی میں نکاح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ نکح ینکح ہے، جس کا لغوی مفہوم "وابستگی" اور پیوستگی ہے۔ عربوں میں ایک فقرہ استعمال ہوتا ہے:

تناکحت الاشجار اذا انضم بعضها الی بعض او من نکح المطر الارض اذا اختلط بثراها[3]

"جب درخت آپس میں مل جائیں تو تناکحت الاشجار کہتے ہیں۔"

النکاح:هو فی اللغة الضم والجمع

"لغت میں نکاح سے مراد جمع اور پیوستگی ہے[4]۔"

اصطلاحی مفہوم

فی الحقیقت نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں زوجین کو ایک دوسرے سے ایسے استمتاع کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو۔ البتہ جو حقوق و فرائض زوجین کے درمیان پیدا ہوتے ہیں وہ دیوانی نوعیت کے ہوتے ہیں اور عدالتوں کے ذریعے نافذ کرائے جاتے ہیں لیکن محض حقوق کے دیوانی ہونے کی بناپر نکاح کو خالص دیوانی و عمرانی معاہدہ نہیں

کہا جا سکتا بلکہ ایجاب اور قبول سے جو نکاح مشہور ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی جملہ حقوق و ذمہ داریاں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالی کے فرمان اور شارع علیہ السلام کی ہدایات پر مبنی ہیں ۔اس لئے فقہاء نے نکاح کو معاملات اور عبادات دونوں میں شامل کیا ہے[5]۔

چونکہ مرد اور عورت میں ازدواجی تعلق قائم کرنا نکاح کہلاتا ہے ان دونوں کا ازدواجی تعلق درحقیقت انسانی تمدن کی بنیاد ہے۔اس تعلق سے بنائے انسانی کا اہتمام ہوتا ہے اور خاندان ،معاشرتی زندگی کی بنیاد پڑتی ہے۔کوئی فرد بھی بچپن، جوانی، بڑھاپے میں ازدواجی قانون سے لاتعلق نہیں رہ سکتا بلکہ وہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور اس سے متاثر ہوتا ہے بچپن میں اسے ماں باپ سے، جوانی میں بیوی اور بڑھاپے میں اولاد سے واسطہ پڑتا ہے۔اس وجہ سے ازدواجی زندگی اور تمدنی قوانین میں نکاح سب سے زیادہ وسیع الاثر ہے۔ازدواجی زندگی سے کنبہ اور خاندان کی بنیاد پڑتی ہے بچوں کی کفالت، ان کی پرورش، خبر گیری اور تربیت ماں باپ اور لواحقین ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں[6]۔

نکاح کے مقاصد

اسلام میں نکاح کا بنیادی مقصد اخلاق اور عفت و عصمت کا تحفظ ہے اس وجہ سے نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اس کے برعکس زنا کو قبیح افعال میں شمار کر کے اس کے تدارک پر زور دیا گیا ہے۔شرعاً اس عمل کو حرام اور قانوناً جرم قرار دے کر سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے۔اس مقصد کے لئے اسلام نے مرد و عورت کے تعلق کو ایک خاص ضابطے اور قانون کے تحت لا کر منضبط کیا ہے۔اس کا مقصد بے حیائی اور فساد کا راستہ روکنا ہے۔اس وجہ سے قرآن نے نکاح کے درجہ ذیل مقاصد بیان کئے ہیں۔

1. وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِين[7]

"اللہ نے تمہارے لیے (محرمات کے سوا) ان پاک دامن عورتوں کو حلال کیا ہے جن کو تم اپنے مال کے ذریعے نکاح کرو اور جو سفاحت اختیار کرنے والیاں نہ ہوں۔"

لہٰذا نکاح کا ایک اہم مقصد مرد و عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت ہے۔دوسری جانب چھپی ہوئی دوستیاں بنانے اور بدکاری کا تدارک بھی نکاح ہی سے حاصل ہوتا ہے قرآن نے دوسری جگہ اس کو یوں بیان کیا ہے:

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ[8]

"تاکہ وہ نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی کرتیں پھریں اور نہ چوری چھپے دوستیاں کریں۔"

2. انسانیت کی بقاء

قرآن نے عورت کو مرد کے لئے کھیتی سے تشبیہ دے کر اس سے اس حد تک فائدہ اٹھانے کی ہدایت کی ہے کہ اسکے ذریعے نسل انسانی کی بقاء کا بندوبست ہو سکے:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ[9]

"تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ تمھیں اختیار ہے، جس طرح چاہو، اپنی کھیتی میں جاؤ، مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو۔"

3. تیسرا مقصد سکون قلب مؤدت اور رحمت کے حصول کا ذریعہ بھی قرآن نے نکاح کو قرار دیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[10]

" اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم میں سے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔"

اس طرح فرمایا ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ[11]

"وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے۔"

لہذا نکاح کے ذریعے پردہ پوشی حاصل ہوتی ہے بے حیائی کا راستہ روکا جاتا ہے شکوک وشبہات کا خاتمہ ممکن ہوتا ہے۔ ایک دوسرے سے راحت وسکون کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

نکاح کے ارکان وشرائط رکن سے مراد وہ چیز ہے جس پر کوئی چیز قائم اور استوار ہو یا جس سے کوئی چیز ممکن ہوتی ہے اور وہ اس میں داخل ہو[12]۔ لغت میں رکن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

جانبه الأقوى فيكون عينه[13]

"کسی شیئ کا قوام جس پر وہ شے قائم ہو اور جو اس شے کا حصہ ہو۔"

دوسرے الفاظ میں شرط کی تعریف یوں کی گئی ہے:

(الشرط)تعلیق الشئی بحیث اذا وجد الاول وجد الثانی و قیل الشرط ما یتوقف علیه وجودالشئی و یکون خارجا عنه[14]

"ایک چیز کو دوسرے سے اس طرح متعلق کرنا کہ ایک کا موجود ہونا دوسرے پر موقوف ہو جب ایک موجود ہوتا ہے تو دوسرا بھی موجود ہوتا ہے اور یہ اس سے باہر ہوتا ہے۔"

جدید قانون میں شرط کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

"جس کے عدم سے دوسری شے کا عدم لازم آئے۔ شرط ایسا امر ہے جس پر حکم کا وجود اس طرح موقوف ہو کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط کا نہ ہونا لازم آئے--------------- ---مثلاً دو گواہوں کا ہونا نکاح کی شرط ہے[15]۔"

ارکان نکاح

1. ایجاب و قبول: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبربهما عن الماضی لان ا لصیغة وان کانت للاخبار فقد جعلت وضعا للانشاء[16]

"نکاح ایجاب اور قبول سے ایسے دو لفظوں سے منعقد ہو جاتا ہے جن میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا جائے اس لئے کہ یہ صیغہ اگرچہ خبر دینے کے لئے ہو مگر یہ انشاء کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔"

قانون معاہدہ 1872ء میں ایجاب کی مثال یوں بیان کی گئی ہے: ایجاب اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ قبولیت سے اس کی مرضی معلوم کی جائے مثلاً ایک شخص دوسرے سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کی مرضی کیا ہے جب ایک شخص کی مرضی ہاں یا نہیں، میں معلوم کی جائے اور وہ اپنی مرضی سے کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اس غرض سے ظاہر کرے کہ دوسرا شخص بھی اس امر کے کرنے یا نہ کرنے کی نسبت اپنی مرضی ظاہر کرے تو یہ ایجاب ہے۔

جب وہ جس سے ایجاب کیا گیا، اپنی مرضی کا اظہار کرتے ہوئے قبول کرے تو ایجاب ہو جائے گا([17]) لهذا ایجاب و قبول نکاح کا رکن ہے البتہ ایجاب و قبول ایک مجلس ہی میں ہونی چاہئے۔

شرائط نکاح

1. **ہم دین:** پہلی شرط جو ایک مسلمان جوڑے کے نکاح کیلئے مقرر ہے وہ دونوں کا مسلمان ہونا ہے۔ یہ شرط قران مجید میں یوں ذکر ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ[18]

"اور (مومنو) مشرک عورتوں سے جب تک کہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور (اسی طرح) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کو زوجیت میں نہ دینا کیونکہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے۔"

اس طرح مسلمان اور کافر کے مابین عقد نکاح کے نہ ہونے کی شرط بارے میں یوں ذکر ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ[19]

"نہ یہ ان کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو جائز۔ اور جو کچھ انہوں نے (ان پر) خرچ کیا ہو وہ ان کو دے دو۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دے دو)۔"

البتہ کتابیہ سے مسلمان کے نکاح کی اجازت ہے لیکن یہ کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

2. **ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہونا چاہیے۔**

3. **گواہ:** لا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين[20]

"مسلمان جوڑے کا نکاح دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔"

يصح بلفظ النكاح --------عند حرين و حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين و لو فاسقين او محدودين او اعمين[21]

"نکاح دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے منعقد ہوتا ہے جو عاقل، بالغ، مسلمان ہوں اگرچہ وہ فاسق، محدود فی القذف، اور اندھے کیوں نہ ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا نكاح الا-شاهدى عدل[22]

یہ امام شافعی کے خلاف احناف کا مسلک ہے:

و حضور حرين او حر وحرتين خلافا للشافعی[23]

"اور دو آزاد مردوں یا ایک مرد اور دو آزاد عورتوں کی موجودگی ضروری ہے، اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔"

ولایت (مفہوم اور اقسام)

ولایت کا لفظ وَلِیَ سے نکلا ہے جس کی لغوی معنی سرپرست اور دوست کے ہیں:

(الولاية)من الولى و هو القرب فهى قرابة حكمية حآصلة من التقى او من الموالاة[24]

"ولایت ولی سے ہے جو قرب کے معنی میں ہے اور یہ باہم ملنے یا موالات سے حاصل شدہ حکمی قرابت ہے۔"

ولایت، کا لفظ عربی زبان میں حمایت، نصرت، مددگار، پشتیبانی، دوستی، قرابت، سرپرستی، کے لئے بولا جاتا ہے[25]۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی طور پر عقد نکاح میں اس سے مراد زوجین کے علاوہ جس شخص کے پاس عقد زواج یا عقد نکاح کو نافذ کرنے کی طاقت ہو، ولی کہلاتا ہے[26]۔

عربی زبان میں کسی کی بات کو دوسرے پر بغیر اس کی مرضی کے نافذ کرنے کو ولایت کہتے ہیں۔

تنفيذ القول على الغير شاء او ابیٰ[27]

"دوسرے پر قول کا نافذ ہونا وہ چاہتا ہو کہ نہ چاہتا ہو۔"

ولایت ایک ایسا شرعی حق ہے جو ایک شخص کو دوسرے پر حاصل ہو اور اس کے تحت وہ جو تصرف کرے درست ہوتا ہے[28]۔

ولایت کی اقسام

1. کامل ولایت

اس سے ایسا ولی مراد ہے جو اپنی ولایت میں اکیلا ہو اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو مزید یہ کہ وہ خود اس امر کا اختیار رکھتا ہو کہ عقد نکاح کرے اور نافذ بھی کرے۔اس قسم کی ولایت قریبی رشتہ دار مثلاً والد، دادا، چچا وغیرہ شمار کئے جاتے ہیں۔

2. ایسا ولی جو عقد کرے اور اس کے نفاذ میں دوسرے کے مشورے کا پابند ہو اور اسے اکیلا یہ معاہدہ کرنے کا اختیار نہ ہو اس قسم میں ہر وہ شخص آتا ہے جو فریقین کی رضامندی سے ولی مقرر کیا جاتا ہے تاکہ عقد زواج کرے[29]۔ نکاح کے سلسلے میں امام مالک اور شافعی کے نزدیک ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے یعنی کوئی اپنا نکاح کو خود کرلے تو نکاح ہر حال میں باطل ہے لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح صحیح ہے اور سرپرست کو اجبار کا اختیار حاصل نہیں ہے[30]۔

چونکہ زیر تحریر آرٹیکل پسند کی شادی کی حیثت اور حکم کے متعلق ہے یعنی وہ شادی جو زوجین کی رضا مندی سے ہو اور اس کے نفاذ کیلئے عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے لہٰذا قرآن و سنت اور فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں اس کا جائزہ لینا ہے۔

قرآن مجید کی آیت میں عورت کو اپنے لئے شوہر کا انتخاب کرنے کا حق دیا گیا ہے۔جصاص نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

> ولا تعضلوهن معناه لا تمنعوهن ولا تضيقوا عليهن في التزويج وقد دلت هذه الاية عن وجوه علىٰ جواز النكاح اذا عقدت علىٰ نفسها بغير اذن وليها احدها اضافة العقد اليها من غير شرط اذن الولى والثانى نهيه عن العضل اذا تراضى الزوجان[31]
>
> ولا تعضلوهن کا معنی،ان کو منع نہ کرو اور ان پر شادی کے معاملے میں سختی نہ کرو اور یہ آیت نکاح کے جواز پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کرے،ایک تو عقد کی اضافت ولی کی شرط کے بغیر اس کو کی گئی ہے اور دوسرا اُن کو منع کرنے سے روکنا ہے۔"

اس پر حضرت عائشہ کی یہ روایت بھی دلیل ہے کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے منذر بن زبیر سے شادی کی تھی جبکہ عبدالرحمٰن خود موجود نہ تھے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے مسلک میں ولی کے بغیر نکاح جائز ہے، اس وجہ سے محمد بن سیرینؒ، شعبیؒ، زہریؒ اور قتادہؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح قاضی کی اجازت سے منعقد ہو سکتا ہے اگر یہ کفو میں ہو[32] اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے کیونکہ عقد کی اضافت اس کی جانب کی گئی ہے۔ لیکن مسئلہ بظاہر احادیث میں تعارض کی وجہ سے پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض روایات نکاح کے سلسلے میں ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں اور بعض میں باکرہ اور ثیبہ پر ولایت اجبار کی نفی کیگئی ہے۔ مثلاً اس حدیث میں ہے کہ:

لا تنکح الایم حتیٰ تستامروا ولا تنکح البکرحتیٰ تستاذن [33]

"بیوہ کا اس کے ساتھ مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[34]

"بیوہ اپنے نکاح کی زیادہ حقدار ہے اپنے ولی کے مقابلے میں اور کنواری اس کی اجازت سے نکاح کیا جائے اور اس کی خاموشی اس کی مرضی ہے۔"

ان احادیث میں سے معلوم ہوتا ہے کہ بالغ لڑکیوں کو اپنے شوہر کے انتخاب کا پورا حق حاصل ہے اور اس حق کو سلب کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے۔

عدم اختیار کے بارے میں روایات

لا نکاح الا بولی[35]

"نکاح بغیر ولی کی اجازت کے نہیں ہو سکتا۔"

اس طرح دوسری حدیث میں ہے:

لاتنکح امراۃ بغیر امر ولیھا، فاذا نکحت فنکاحھا باطل، ثلاثاً کھا[36]

"کوئی عورت اپنا نکاح بغیر اپنے ولی کی مرضی کے نہیں کر سکتی اگر اس نے نکاح کیا تو یہ باطل ہے اور یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔"

لیکن اس کی مرضی سے شادی نہ کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ نے ایک نوجوان لڑکی کو اپنا نکاح بحال رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ احادیث کی کتابوں میں ایک واقعہ ذکر ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میرے والد نے میرا نکاح میرے چچازاد سے کیا ہے جو مجھے پسند نہیں ہے۔ اس رشتہ سے عورت کی ناگواری سن کر نبی کریم ﷺ نے معاملہ اس عورت کے ہاتھ میں دے دیا کہ تجھے اس نکاح کو رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ اس عورت نے یہ سن کر اطمینان کی سانس لی اور بولی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا ہے یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت سوال کرنے اور آپ ﷺ سے جواب حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو سبق دوں کہ باپ کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ بالغ لڑکی کی رضا حاصل کئے بغیر اس کی شادی کریں اس کو ان الفاظ میں کہا:

ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شئ[37]

"لیکن میں نے چاہا کہ عورتوں کو یہ بات سکھاؤں کہ ان کے باپوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔"

ان احادیث میں بظاہر تعارض کی تطبیق امام ابو حنیفہ نے اس طرح کی ہے کہ جہاں ولی کی اجازت کے بغیر شادی نہ کرنے کا ذکر ہے وہاں نبی کریم ﷺ نے اخلاقی پہلو کو بیان کیا ہے کہ اخلاقی طور پر ایک مسلمان عورت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ باپ سے پوچھے بغیر جہاں چاہے اپنی نکاح کر لے اور باپ کو بعد میں پتہ چلے اور وہ بیچارہ پریشان ہو[38]۔

اوپر جو روایات نقل کی گئی ہیں، وہ سب اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اصول شرع میں سے ایک اصل یہ ہے کہ نکاح کے لئے عورت کی رضامندی ضروری ہے[39]۔

فقہی اور قانونی آراء

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ:

ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاءھا وان لم یعقد علیھا ولی بکراً کانت او ثیب عند ابی حنیفۃ[40]

"امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد بالغہ، عاقلہ عورت کا نکاح اس کی اپنی مرضی سے منعقد ہوتا ہے اگرچہ اس کے ولی نے یہ نکاح نہ کیا ہو۔ اس طرح بالغہ پر جبر واکراہ کی نفی کی گئی ہے۔"

و لا یجوزللولی اجبار البکر البالغة خلاف للشافعی

نکاح کے معاملہ میں ولی کا بالغہ پر اجبار جائز نہیں ہے بر خلاف امام شافعی کے۔ حنفی فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ ایک عورت عاقلہ ہونے کی وجہ سے تمیز کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس طرح اس کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہوتا ہے اس طرح اس کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے وہ خود اپنے لئے خاوند کا انتخاب کر سکتی ہے اور ولی کا اختیار صرف بے حیائی روکنے کے لئے ہے اور بالغ عورت کو ولی اس پر مجبور نہیں کر سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے بر خلاف محض ولی کی مرضی پر شادی کریں کیونکہ عاقلہ بالغہ ہونے کی وجہ ولایت اجبار ختم ہو جاتا ہے۔ ان (احناف) کی دلیل یہ ہے کہ ایک نوجوان عورت دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر حضورؐ سے حکم معلوم کرتی ہے کہ میرے والد نے میری جو شادی کی ہے وہ مجھے پسند نہیں حضورؐ اس نکاح بحال رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار عطا فرماتے ہیں البتہ احناف کے نزدیک غیر کفو میں شادی پر ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے تاکہ ان کے خاندان میں کسی دوسرے خاندان کا فرد آنہ گھسے لیکن اس بارے میں محمد عبدالحي لکھنوی لکھتے ہیں کہ :

انما خص الکفاءة فی النسب فی العرب لان العجم ضیعوا انسابھم وفی العجم اسلاما---حریة

"نسب میں کفو کا ہونا عربوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ عجم اپنے انساب کو ضائع کر چکے ہیں اور عجمیوں میں صرف اسلام اور حریت (آزاد ہونا) کافی ہے۔"

پاکستانی قوانین کی رو سے اعلیٰ عدالتی فیصلہ جات کو قانون کا درجہ حاصل ہے اور اس بارے میں نچلی اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے موجود ہیں لہذا ان کی روشنی میں اس کا تعین کرنا ہے کہ ملک کی اعلی عدالتیں کیا قانونی حکم دیتی ہیں۔ اور نچلی عدالتیں ان پر کس طرح عمل درآمد کرتی ہیں۔ ملک کی عدالتیں اپنے فیصلے اسلامی احکامات کی روشنی میں کرتیں ہیں اور کوئی بھی فیصلہ ان احکامات کے خلاف ہونے کی صورت میں چیلنج ہو کر کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ چند فیصلے بطور دلیل پیش کئے جاتے ہیں:

1. *A marriage is not valid unless consented to by an adult girl but shafi and Maliki schools held that the consent must be given through wali ,under Hanifi law, the women can give consent with or without wali, A contrary view is held by Sharia Court in Muhammad Imtiaz versus State wherein*

it is laid down that according to Hanifits, the nikah of an adult girl is not invalid merely because the permission of her wali is not sought (Muhammad Imtiaz versus State.

2. *The guardians are enjoined by Islam to marry their daughters after getting their consent. thrusting or forcing marriage without one's consent is against the Hadiths of the Holy Prophet (Sughran Mai versus State.*

1. نکاح اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک وہ بالغہ لڑکی کی اپنی مرضی سے نہ ہو لیکن شافعی اور مالکی مکتبہ فکر کے مطابق اس کی مرضی اس کے ولی کے ذریعے ہو جبکہ حنفی فقہ کے مطابق وہ اپنی مرضی سے ولی کے ذریعے اور اس کے بغیر دونوں صورتوں میں دے سکتی ہے۔اس کے برعکس شریعت کورٹ نے محمد امتیاز بنام سٹیٹ میں یہ رائے دی ہے کہ حنفی فقہ کے مطابق نکاح کو محض اس بنیاد پر کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا کہ بالغہ لڑکی نے اپنی مرضی سے ولی کے بغیر اپنا نکاح کیا ہے۔
2. سغران بنام ریاست میں لاہور ہائی کورٹ نے لکھا ہے کہ اسلام نے ولی کو اپنی لڑکیوں کی شادی ان کی مرضی حاصل کرنے کے بعد کرنے کے لئے شامل کیا ہے زور یا جبر سے مرضی کے خلاف شادی حدیثِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔
3. مرضی کی شادی کے بارے میں صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع شانگلہ کی عدالت میں کالج کے تیسرے سال کی ایک طالبہ نے پیش ہو کر اپنا بیان ریکارڈ کرایا کہ اس نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے اور اس پر کسی کا دباؤ نہیں اور ساتھ ہی کورٹ میرج کے کاغذات پیش کئے۔عدالت نے دونوں (لڑکی اور اس کے شوہر) کو جانے کی اجازت دیدی۔اس طرح مرضی کی ایک اور شادی کو پشاور ہائی کورٹ کے دو رکنی بنچ نے قانونی قرار دے کر جوڑے کو تحفظ دینے کا حکم دیا۔ جسٹس یحیٰ آفریدی اور جسٹس مسرت ہلالی پر مشتمل دو رکنی بنچ نے ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والی طالبہ کو عدالت طلب کیا۔طالبہ نے عدالت میں حاضر ہو کر بیان دیا کہ اسے اغوا نہیں کیا گیا اور اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں۔ اس نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے، عدالت نے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کو جوڑے کو تحفظ فراہم کرنے کا حکم دیا۔

نتائج

قرآن مجید کے احکامات، احادیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور فقہی آراء اور پاکستانی عدالتوں کے فیصلہ جات کے نتیجے میں ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ:

1. اسلام میں بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے اور اسلام نے اس کو اجازت دے رکھی ہے کیونکہ اسلام کا مقصد مصالح کا حصول اور مفاسد کا سدِ باب کرنا ہے لیکن اپنے خواہشات کو اسلام کا نام دے کر مرضی کی شادی کرنے پر قتل مقاتلہ کرنا قانوناً جرم ہے اور شرعاً گناہ ہے۔
2. جب اسلام نے بالغ عورتوں کو اپنا نکاح خود کرنے کا حق دیا ہے تو انہیں قتل کرنا اور اس کو اپنی انا کا مسئلہ قرار دینا جائز نہیں ہے ۔اس حوالے سے حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کے قانونی حقوق کی حفاظت کو بھی یقینی بنائے۔
3. علماء کرام اور میڈیا کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کو قانون ہاتھ میں لینے کے بجائے قانون کی پاسداری کی ترغیب دیں۔اور علماء کرام لوگوں کو اسلام کے بارے میں آگاہی فراہم کرے اور میڈیا قانون کے بارے میں آگاہی فراہم کرے تو بڑی حد تک مثبت پیش رفت ممکن ہے۔
4. ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے اپنے فیصلوں میں بالغ لڑکیوں کا یہ حق تسلیم کرکے اس کو قانون کا درجہ دیا ہے اور فقہاء نے بھی عدالتوں کی توثیق کے بعد ولی کے اعتراض کو غیر ضروری قرار دیا ہے اب جب تک یہی عدالتیں ان فیصلوں کو نہیں بدلتیں تو یہ قانون رہے گا اور اس پر عملدرآمد قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے لیکن اس ضمن میں ان کا کردار قابل تحسین نہیں ہے۔
5. یہ مسئلہ صرف پاکستان کا نہیں بلکہ جنوبی ایشیا کے اکثر ملکوں میں یہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ دین سے بے خبری ہے اور دوسری وجہ قبائلی نظام ہے۔ جس میں لوگ اپنے عام معمولات میں دین کی بجائے رسم ورواج کو دین سے زیادہ اہمیت دے کر ان پر کٹ مرنے کو غیرت اور حمیت کی علامت گردانتے ہیں۔

6. اس طرح کے معاملات سے اکثر خاندانوں کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے مؤثر قانون سازی کی ضرورت ہے تاکہ عوام کو پتہ چلے کہ مرضی کی شادی کرنا گناہ ہے نہ جرم، بلکہ اس پر غلط ردِ عمل گناہ اور جرم ہے لیکن یہ اس وجہ سے قابلِ عمل نہیں کہ قانون ساز اداروں کے اکثر اراکین خان، وڈیرہ، سردار اور جاگیر دار ہونے کی وجہ سے اس طرح کے لوگوں کی حمایت کر کے اپنے ووٹ بڑھاتے ہیں۔
7. ملکی قوانین کے تحت قصاص میں ایف۔آئی۔آر (FIR) مدعی کی طرف سے درج کیا جاتا ہے جبکہ اس طرح کے بیشتر واقعات میں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ملوث ہوتے ہیں اور بعد میں ان کی معافی سے قاتل بری ہو جاتے ہیں اس حوالے سے مؤثر قانون سازی کی ضرورت ہے بیشک اسلام نے ورثاء کو معافی کا اختیار دیا ہے لیکن ریاستی اختیار کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوئی سزا تو ہونی چاہیئے۔
8. ایف۔آئی۔آر پولیس درج کرتی ہے اور ریاست کی طرف سے اے پی پی (APP) یا پی پی (PP) مقدمہ کی پیروی کرتا ہے، کیونکہ وہ عدلیہ کے ارکان نہیں ہوتے بلکہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ماتحت ہوتے ہیں اور سیاسی یا اور قسم کی رسائی کو خارج از امکان نہیں قرار دیا جا سکتا بعض دفعہ پولیس بھی کیس کو صحیح انداز میں ہینڈل نہیں کرتے جس کی وجہ سے متاثرہ فریق انصاف حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔
9. عدالتوں میں فیصلے گواہی کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں لیکن مختلف عوامل کی وجہ سے گواہی کا مناسب بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے انصاف نہیں مل پاتا اور مجرم چھوٹ کر آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1 محمد سرور، کتاب شہریت: ۹-۱۰، علمی کتاب خانہ لاہور، ایڈیشن ۲۰۰۰ء

2 مودودی ابوالاعلیٰ سید، حقوق الزوجین: ۱۳-۱۴، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، پنتیسواں ایڈیشن ۲۰۱۳ء

3 احمد بن محمد بن علی المقری القیومی، المصباح المنیر (القیومی) ۶۲۴: ۲، المکتبۃ العلمیہ بیروت

4 السید شریف علی بن محمد الجرجانی، کتاب التعریفات باب نون، ا لنکاح: ۱۰۸، چاپ سوم ۱۳۰۸ھ

5 ڈاکٹر صدیقی محمد میاں، سلامی قانونی لغت (لفظ نکاح): ۱۰۸، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

6 ڈاکٹر خاکوانی محمد باقر خان، نکاح کے احکام (فقہ القرآن۔۲) ۶۱-۶۲، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء

7 سورۃ النساء ۴: ۲۴

8 سورۃ النساء ۴: ۲۵

9 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۲۳

10 سورۃ القصص ۳۰: ۲۱

11 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۷

12 ڈاکٹر صدیقی ساجد الرحمان، کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) جلد ۲، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

13 السید شریف، کتاب التعریفات کتاب الراء: ۴۸، انتشارات ناصر خسرو، نوبت چاپسوم ۱۳۳۸ء

14 کتاب التعریفاتباب الشین): ۵۵

15 صدیقی ساجد الرحمان ڈاکٹر، کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) ۱۹۹۹ء

16 علی بن ابو بکر برھان الدین، الہدایہ، کتاب ا لنکاح: ۲۸۵، المبعۃ المصتقی محمد کراتشی، اشاعت ندارد

17 ایڈوکیٹ ارشاد احمد، قانون معاہدہ ۱۸۷۲ء: ۲۲، منصور بک ہاؤس لاہور، اشاوت ندارد

18 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۲۱

19 سورۃ الصف ۶۰: ۱۰

20 الہدایہ (کتاب ا لنکاح): ۲۵۶

21 محمد عبد الحي لكھنوی، معدن الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۷۷، دار الاشاعت کراچی، تاریخ اشاعت ندارد

22 کتاب الام ۵: ۲۳

23 محمد عبد الحق لکھنوی، شرح الوقایہ حاشیۃ عمدۃ الرعایۃ، (کتاب ا لنکاح): ۹، کتب خانہ اکرمیہ بشاور، تاریخ اشاعت ندارد

24 الجرجانی، السید شریف، کتاب التعریفات (کتاب الواو): ۱۱۲

25 ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست: ۶۷۱، اسلامک پبلیکشنز لاہور، چودواں ایدیشن ۱۹۹۰ء

26 ڈاکٹر محمد باقر خان، نکاح کے احکام (فقہ القران): ۸۲، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام اباد، ۱۲۰۲ء

27 کتاب التعریفات: ۱۱۲

28 میاں ڈاکٹر، صدیقی محمد، اسلامی قانونی لغت: ۱۳۴

29ڈاکٹر محمد باقر خان: ۸۲

30 کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) ۲: ۲۶۸

31 ابو بکر الرازی الجصاص، ضبط و تخریج عبد الصلاح محمد علی شاھین ۱ :۴۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۴ء/۱۴۱۵ھ،

32 الجصاص: ۴۶۱

33 محمد ناصر الدین البانی، ارد الغلیل فی تخریج الاحادیث صاد الصبیل ۶: ۲۴۳، مکتبۃ الاسلامی بیروت طبع ثانی ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ۔۔۔۔ محمد بن فتوح الحمیدی، الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم: ۳، دار الحزم لبنان، 2002ء/1423ھ جز3 ص65۔

34ابو بکر احمد بن الحصین بن علی البیہقی، السسنن الکبریٰ ۱۱۵: ۷، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ فی الہند حیدرا باد، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۴۴ھ

35ابو بکر احمد بن الصحین بن عثمان امادینی الشہیر بابن الترکمانی، السنن الکبریٰ و فی ذیلہ الجوھر النقی ۴: ۲۶۷، مجلس دائرۃ المعارف الکائنۃ فی الھند ببلاد الھند حیدر آباد، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۴ھ

36ابو بکر احمد بن الحسین، السنن اکبریٰ و فی ذیلہ ۷: ۱۰۵

36 ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن ۲: ۱۰۳، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

37 ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضرات حدیث ۴۷۳-۴۷۵، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، اشاعت ششم مارچ ۲۰۱۰ء

38 حقوق الزوجین: ۱۱۳

39 الھدایہ، (کتاب الاولیاء والاکفاء): ۲۹۳